السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شیخ صاحب !شیعہ حضرات کی طرف سے صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین پر مختلف قسم کے اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ان اعتراضات کی وجہ سے عام افراد صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کے متعلق بدگمانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ضرورت ہے کہ ان اعتراضات کا علمی انداز میں جواب دیا جائے تاکہ جو لوگ حق کے متلاشی ہیں اور حقائق جاننا چاہتے ہیں وہ اندھیرے میں نہ رہیں۔ذیل میں کچھ روایات ذکر کررہا ہوں جو کہ (شیعہ کی طرف سے) عام طور پر صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کی تنقیص میں پش کی جاتی ہیں۔

امید کرتا ہوں کہ آپ ان روایات کا تحقیقی جائزہ لیں گے تاکہ جہالت اور ظلمت کے بادل چھٹ جائیں۔جزکم اللہ خیراً:

1۔صحیح بخاری(4240،4241،6726)کی ایک روایت ۔

!سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض ہوگئیں اور وفات تک بات نہ کی،براہ مہربانی مختلف روایات کی روشنی میں اس ناراضی کی حقیقت کو واضح کیجئے

2؟کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعد میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راضی ہوگئیں۔

السنن الکبری للبیہقی(6/300۔301)کی اس روایت کی اسنادی حیثیت کیسی ہے؟

3؟کیا سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہا جاتا تھا؟صحیح مسلم(2404/6220)کی روایت کی توجیہ ہے۔

"ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ(1/262)میں یہ الفاظ ہیں۔

"....أبي وقاصٍ عن أبيه قال أمر معاويةُ بن أبي سُفيان سعدا فقال ما منعك أن تسبّ أبا التراب"

"کیا یہ روایت سنداً صحیح ہے؟

4البدایہ والنایہ(7/377)میں موجود ایک روایت:۔

وقال أبو زرعة الدمشقي : ثنا أحمد بن خالد الذهبي أبو سعيد ثنا محمد بن إسحاق عن عبد الله بن أبي نجيح عن أبيه قال ثم ذكر علي بن أبي طالب، فوقع فيه "....کی سند کیسی ہے؟

5؟سنن ابن ماجہ(121)میں موجود الفاظ "فذكروا عليا، فنال منه" کے الفاظ کے کیا معنیٰ ہوں گے۔

یہ روایت صحیح ہے شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے الصحیحہ(1750)میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

شیخ سندھی کی شرح بھی ملحوظ خاطر رہے(دیکھئے شرح سنن ابن ماجہ 1/6)

کتاب العقد الفرید(3/300)میں موجود روایت کی حیثیت اور اس کتاب کی حیثیت کیا ہے؟

(6۔مسند احمد(6/323ح26791)مزید دیکھئے مسند ابی یعلیٰ(12/444۔6445

"7۔العبر فی خبر من غبر(1/35)"وأن لايسب عليا بحضرته

کیا یہ روایت سنداً صحیح ہے؟

"8۔تاریخ ابی الفداء(1/283)"وأن لايشتم علياً

"9۔البدایہ والنہایہ(8/17)"ان لایسب علی

"10۔تاریخ دمشق(13/264)"ولایسب علی

امید ہے کہ مندرجہ بالا روایات جو سب سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق آئی ہیں،ان کا ضرور جائزہ لیں گے۔(ڈاکٹر عبدالحفیظ سموں،بدین سندھ)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحۃ السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

ان روایات کی تحقیق تفصیل اور مفہوم درج ذیل ہے۔

1۔ صحیح بخاری کی اس حدیث میں آیا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سیدنا ابو بکر (الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث مدینہ فدک اور خیبر کے خمس کا بقیہ حصہ طلب کیا تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ"

"ہماری (انبیاء ورسل کی) وراثت نہیں ہوتی ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔"

نیز فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل والے اس مال سے کھا سکتے ہیں۔ اور اللہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات کی حالت کو تبدیل نہیں کروں گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حالت تھی اور میں وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔

"اس کے بعد صحیح بخاری میں لکھا ہوا ہے۔

"فَاطِمَةَ شَيْئًا فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي ذَلِكَ قَالَ فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ"

پس فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے میں اس بات کو محسوس کیا تو ان سے جدائی کی اور اپنی وفات تک ان سے (اس کے بارے میں) کوئی کلام نہیں کیا: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں۔ (صحیح بخاری: 4240۔4241)

اس صحیح حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی کسی ذاتی وجہ سے باغ فدک وغیرہ دینے سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح و ثابت حدیث پر عمل کیا تھا لہٰذا وہ اس مسئلے میں بالکل معذور ہیں۔

اس حدیث کی تحقیق ایک مضمون کی صورت میں پیش خدمت ہے:

انبیاء کی وراثت علم ہے

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ"

(ہماری وراثت نہیں ہوتی ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔" (صحیح بخاری: 4240۔4241 صحیح مسلم 1759، دارالسلام: 4580"

اس حدیث کی مختصر و جامع تخریج و تحقیق درج ذیل ہے:

1۔ سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ "إنما یأکل آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی ہذا المال وإنی واللہ لاأغیر شیئا من صدقة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن حالہا التی کانت علیہا فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولأعملن فیہا بما عمل بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

"ہماری وراثت نہیں ہوتی، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے:

(ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل والے تو اس مال سے کھائیں گے اور اللہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات میں سے کسی چیز کو بھی اس حالت سے نہیں بدلوں گا (جس پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی اور میں ضرور بالضرور وہی عمل کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: 4240۔4241۔ صحیح مسلم 1759، واللفظ لہ

2۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی (بعض) ازواج نے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث میں سے اپنا حصہ مانگا تو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ"

"لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ"

"ہماری وراثت نہیں ہوتی، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے":

(صحیح بخاری: 4033، 3094، صحیح مسلم 1757)

4۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"...لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي، وَمُؤْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ"

میرے ورثاء ایک دینار اور ایک درہم بھی تقسیم میں نہیں لیں گے۔ میری بیویوں کے نان نفقے اور میرے عامل کے خرچ کے بعد میں نے جو بھی چھوڑا وہ سب صدقہ ہے۔" (صحیح بخاری: 2776 صحیح مسلم 1760) الموطا روایۃ یحییٰ 2/993 ح، روایۃ ابن القاسم: 372

5۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کی تصدیق کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "ہماری وراثت نہیں ہوتی، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے: (صحیح بخاری: 4033، صحیح مسلم 1757)

6۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (دیکھئے فقرہ: 5)

7۔ سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (دیکھئے فقرہ: 5)

8۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (دیکھئے فقرہ: 5)

9۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحیح بخاری: 5358)

10۔ سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحیح بخاری: 5358)

11۔ سیدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی عمرو بن الحارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت ترکے میں نہ درہم چھوڑا اور نہ دینار چھوڑا، نہ غلام (نہ لونڈی اور نہ کوئی چیز چھوڑی سوائے سفید خچر کے، اسلحے اور کچھ زمین کے جسے آپ نے صدقہ کر دیا تھا۔ (صحیح بخاری: 2739)

اس سے ثابت ہوا کہ اصول محدثین پر یہ حدیث متواتر ہے۔

(نیز دیکھئے قطف الازھار المتناثرہ فی الاخبار المواترہ للسیوطی (ح 100) نظم المتناثر من الحدیث المتواتر (ح 272) اور لقط اللالی المتناثرۃ فی الاحادیث المتواترہ (ح 26

شیعہ اسماء الرجال کی رو سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ ابو عبداللہ (جعفر بن محمد الصادق رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا، إِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ"

اور بے شک انبیاء کے وارث علماء ہیں، بے شک نبیوں کی وراثت درہم اور دینار نہیں ہوتی لیکن وہ علم کی وراثت چھوڑتے ہیں جس نے اسے لے لیا تو اس نے بڑا حصہ لے لیا۔ ("اصول من الکافی للکلینی ج 1 ص 34 باب ثواب العالم والمعلم ص 1 وسندہ صحیح عند الشیعہ)

اہل سنت کی متواتر احادیث اور شیعہ کی اس عند الشیعہ صحیح روایت سے ثابت ہوا کہ انبیاء ورسل کی مالی وراثت نہیں ہوتی بلکہ وہ جو کچھ چھوڑ جائیں صدقہ ہے۔ ان کی وراثت علم کی وراثت ہے اور خوش نصیب ہے وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو حاصل کرے، اس پر کما حقہ عمل کرے اور اپنی ساری زندگی کتاب وسنت کے مطابق گزار دے۔

ایک آیت میں آیا ہے کہ سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے، اس سے مراد مالی وراثت نہیں بلکہ علم کی وراثت ہے۔

صحیح اور متواتر حدیث کی وجہ سے باغ فدک کا مطالبہ پورا نہ کرنا ایسا شرعی عذر ہے۔

جس کا کوئی شخص زمانہ تدوین حدیث کے بعد انکار نہیں کر سکتا اور نہ یہ کہہ سکتا ہے یہ حدیث ضعیف ہے۔

جس حدیث کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عباس بن عبدالمطلب وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین نے بیان کیا، اسے کون "مائی کا لال" ضعیف کہہ سکتا ہے؟

جب ناراضی کی اصل وجہ ختم ہوئی تو شیعہ کا اعتراض بھی ختم ہو گیا۔

فضیل بن مرزوق الرقاشی الکوفی (صدوق شیعی، وثقہ الجمہور) سے روایت ہے کہ (امام) زید بن حسین بن علی بن ابی طالب (رحمہ اللہ) نے فرمایا:

"أَمَّا أَنَا فَلَوْ كُنْتُ مَكَانَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَحَكَمْتُ بِمِثْلِ مَا حَكَمَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي فَدَكٍ"

اگر میں ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ ہوتا تو فدک کے بارے میں اسی طرح فیصلہ کرتا جس طرح ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ کیا تھا۔"

(السنن الکبری للبیہقی 6/302 کتاب الاعتقاد لہ ص 497 دلائل النبوۃ للبیہقی 7/281 ح 3338 فضائل الصحابہ للدارقطنی 46 وسندہ حسن)

فضیل بن مرزوق تک سند صحیح ہے اور جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین الباقر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"يَعْرِفُ فَضْلَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَدْ جَهِلَ السُّنَّةَ"

(جس شخص کو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل معلوم نہیں تو وہ شخص سنت سے جاہل ہے۔ (کتاب الشریعہ للآجری ص 851 ح 1803 وسندہ حسن"

اور انھوں نے اپنی بیماری کی حالت میں فرمایا:

"اللهم إني أتولى أبا بكر وعمر وأحبهما، اللهم إن كان في نفسي غير هذا، فلا نالتني شفاعة محمد صلى الله عليه وسلم يوم القيامة"

اے اللہ! میں ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا ولی مانتا ہوں اور ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، اے اللہ! اگر میرے دل میں اس کے خلاف کوئی دوسری بات ہو تو قیامت کے دن مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔ (تاریخ دمشق ابن عساکر 57/223 وسندہ حسن

امام جعفر بن محمد الصادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"بَرِئَ اللَّهُ مِمَّنْ تَبَرَّأَ مِنْ أَبِي بَكْرٍ"

(اللہ اس شخص سے بری ہے جو شخص ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بری ہے۔ (فضائل الصحابہ للامام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ 1601 ح 143 وسندہ صحیح"

(: سیدنا ابو الطفیل عامر بن واثلہ اللیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلایا (اور فرمایا

"أَنْتَ وَرِثْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمْ أَهْلُهُ؟"

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث آپ ہیں یا آپ کے گھر والے؟ انھوں نے جواب دیا۔ (میں) نہیں بلکہ آپ کے گھر والے ہیں۔

: فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مال غنیمت والا حصہ کہاں ہے؟ تو ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا

"إِنَّ اللَّهَ إِذَا أَطْعَمَ نَبِيًّا طُعْمَةً، ثُمَّ قَبَضَهُ إِلَيْهِ جَعَلَهُ لِلَّذِي يَقُومُ بَعْدَهُ"

"بے شک اللہ تعالیٰ جب اپنے نبی کو (مال غنیمت میں سے) کچھ نصیب فرماتا ہے، پھر اس نبی کی روح قبض کرلیتا ہے تو اسے ان کے جانشین کے کنٹرول میں دے دیتا ہے۔"

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس مال کو تمام مسلمانوں میں تقسیم کردوں۔

) فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا: "پس آپ اور جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے زیادہ جانتے ہیں۔ (مسند احمد 1/14 وسندہ حسن

) بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے۔ "ثم رجعت" پھر (فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) واپس چلی گئیں۔ (السنن الکبری 6/303 وسندہ حسن

یہ روایت بہت زیادہ مختصر ہے اور صحیح بخاری وغیرہ کی احادیث کے ساتھ ملا کر اس کا یہ مطلب بنتا ہے اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی وراثت ہوتی تو آپ کے اہل (بیویاں اور بیٹیاں) سب سے زیادہ اس کی وارث ہوتیں تاہم اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رجوع کرلیا تھا، لہٰذا ناراضی ختم ہوگئی۔

2 :۔ آپ نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے غالباً وہ درج ذیل روایت ہے

"فقد روى الحافظ أبو بكر البيهقي بإسناده إلى إسماعيل بن أبي خالد عن الشعبي قال: (لما مرضت فاطمة أتاها أبو بكر الصديق فاستأذن عليها فقال علي: يا فاطمة هذا أبو بكر يستأذن عليك فقالت: أتحب أن آذن له؟ قال: نعم! فأذنت له فدخل عليها يترضاها فقال: والله ما تركت الدار والمال والأهل والعشيرة إلا ابتغاء مرضات الله ومرضات رسوله ومرضاتكم أهل البيت ثم ترضاها حتى رضيت)"

(السنن الکبری للبیہقی 6/30 وقال "ھذا مرسل حسن باسناد صحیح" کتاب الاعتقاد للبیہقی ص 496 دلائل النبوۃ 7/28 ح 3337۔ طبقات ابن سعد 8/27)

اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے۔

1۔ اسماعیل بن ابی خالد ثقہ ہونے کے ساتھ مدلس راوی ہیں۔

(حاکم نیشاپوری نے انھیں مدلس کہا: (المدخل الی الاکلیل ص 46

انھیں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (طبقہ ثانیہ) علائی ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ ابن العراقی رحمۃ اللہ علیہ، حلبی رحمۃ اللہ علیہ، ابو محمود المقدسی رحمۃ اللہ علیہ اور سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مدلسین میں شمار کیا:

(طبقات المدلسین 36/2، جامع التحصیل ص 105 کتاب ابی زرعہ ابن العراقی: 3 حلبی ص 14)

امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی توثیق کے بعد فرمایا:

"....ربما أرسل الشيء عن الشعبي فإذا وقف أخبر"

(وہ بعض اوقات یا اکثر اوقات شعبی سے مرسل روایتیں بیان کرتے (یعنی تدلیس کرتے تھے) پھر جب انھیں روکا جاتا تو (اصل راوی کا نام) بتا دیتے تھے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی 9/28 الثقات یعنی تاریخ العجلی: 87"

اس قول میں تدلیس پر ارسال کا لفظ لغوی طور پر استعمال ہوا ہے لہذا ثابت ہوا کہ امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے بعض اوقات یا اکثر اوقات تدلیس کرتے تھے۔

2۔ یہ سند مرسل یعنی منقطع ہے:

بطور فائدہ عرض ہے کہ مسند احمد کی ایک روایت میں آیا ہے کہ فاطمہ (رضی اللہ تعالی عنہا) ابو بکر (رضی اللہ تعالی عنہ) کے پاس تشریف لے گئیں تو فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا کہ میں آپ کی اہل میں سے سب سے پہلے جا ملوں گی۔

(ج 6 ص 283، موسوعہ حدیثیہ 44/19 ح 26420 رحماء بینھم محمد نافع ج 1 ص 134)

اس کی سند منقطع ہے۔ جعفر بن عمرو بن امیہ نے نہ تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ پایا اور نہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے وقت وہ موجود تھے۔

فقرہ نمبر 1۔ کے تحت مسند احمد (1/4 ح 14) والی حدیث سے یہ ظاہر ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض سے رجوع کر لیا تھا۔ یعنی ان کا راضی ہو جانا صحیح ہے لہذا ناراضی والی روایت منسوخ ہے۔ واللہ اعلم۔

3۔ یہ تو صحیح ہے کہ سیدنا مولانا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں (بنواُمیہ کی طرف سے) سب کیا جاتا تھا، یعنی برا بھلا کہا جاتا تھا لیکن خود سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ سب وستم کہنا ثابت نہیں۔

اس سلسلے میں ریاض النضرۃ نامی کتاب کی روایت بے سند و بے حوالہ ہے۔

(صحیح مسلم وغیرہ میں "أَمَرَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ سَعْدًا" کے الفاظ ہیں یعنی معاویہ بن ابی سفیان نے سعد کو حکم دیا تھا۔ (ترقیم دارالسلام: 6220

کیا حکم دیا تھا؟ اس کی صراحت کہیں نہیں اور عین ممکن ہے کہ مجلس میں یہ حکم دیا ہو کہ میرے قریب آ کر بیٹھ جائیں۔

محمد بن خلیفہ الوشتابیالابی اور قاضی عیاض المالکی کی عبارات میں یہ صراحت موجود ہے کہ اس روایت میں یہ صراحت نہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب وشتم کا حکم دیا تھا۔ (اکمال اکمال المعلم 8/228، اکمال المعلم 7/415)

ریاض النضرۃ والی روایت تو باطل و مردود ہے۔

ابو العباس احمد بن عبداللہ بن محمد محب الدین الطبری المکی (م 694ھ) کی کتاب ریاض النضرۃ ایک غیر مستند اور ناقابل حجت کتاب ہے، الا یہ کہ کسی خاص روایت کی تحقیق کر کے اس کا صحیح یا حسن ہونا ثابت ہو جائے۔

بے سند کتابوں کے بجائے اصل اور باسند کتابوں کی طرف رجوع کرنا اور پھر ہر روایت کی تحقیق کر کے صحیح وثابت سے استدلال کرنا ہی ضروری ہے۔

4۔ البدایہ والنہایہ والی یہ روایت تاریخ دمشق لابن عساکر (42/119) میں بحوالہ تاریخ ابی زرعہ عبدالرحمٰن بن عمرو الدمشقی موجود ہے:

اس روایت کی سند تین وجہ سے ضعیف و مردود ہے:

1۔ محمد بن اسحاق بن یسار صدوق مدلس ہیں اور سند میں سماع کی تصریح نہیں۔

2۔ عبداللہ ابن ابی نجیح ثقہ مدلس ہیں اور یہ سند عن سے ہے۔

(ذکرہ ابن حجر فی المدلسین 77/3)

3۔ ابو نجیح یسار المکی کی سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں یعنی یہ سند منقطع ہے ۔

5۔ سنن ابن ماجہ (121) اور مصنف ابن ابی شیبہ (12/61 ح 32069) والی روایت کی سند درج ذیل ہے :

"....عبدالرحمن بن سابط من سعد بن اَبی وقاص رضی اللہ عنہ"

"اس کی سند کے بارے میں شیخ البانی نے لکھا ہے : قلت : واسنادہ صحیح

(الصحیحہ 4/335 ح 1750)

(حالانکہ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : عبدالرحمٰن بن سابط نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (کچھ) نہیں سنا ۔ (تاریخ ابن معین : 365 کتاب المراسل لابن ابی حاتم ص 128 فقرہ : 459

یعنی یہ سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس منقطع روایت کو "واسنادہ صحیح " کہنا بہت عجیب و غریب ہے ۔

تنبیہ : راقم الحروف نے سنن ابن ماجہ کی اس روایت کو منقطع قرار دینے کے بعد شواہد کی وجہ سے " صحیح " قرار دیا تھا حالانکہ شواہد می "فنال منہ " کا نام و نشان تک نہیں لہذا یہ روایت صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے اور اس روایت کے بارے میں سنن ابن ماجہ کی سابقہ تحقیق منسوخ ہے ۔

اس بارے میں روایت کے ضعیف ثابت ہونے کے بعد شیخ سندھی کی تشریح (ج 1 ص 58) کی کوئی حیثیت نہیں :

ابن عبدربہ الاندلسی (328ھ) کی کتاب العقد الفرید (3/300، دوسرا نسخہ 5/115، شاملہ) والی روایت بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے :

(یہ ساری کتاب (العقد الفرید) مشکوک و ناقابل اعتبار ہے : (نیز دیکھئے کتب حذر منہا العلماء ج 2 ص 45، 44

6۔ مسند احمد (6/323 ح 26748) کی روایت درج ذیل ہے :

"حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ، قَالَ : دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ، فَقَالَتْ لِي : أَيُسَبُّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيكُمْ ؟ قُلْتُ : مَعَاذَ اللهِ، أَوْ سُبْحَانَ اللهِ، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا، قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : "مَنْ سَبَّ عَلِيًّا، فَقَدْ سَبَّنِي"

(نیز دیکھئے المستدرک 3/121، مصنف ابن ابی شیبہ 12/76۔77 المعجم الکبیر للطبرانی 323، 23/322 ح 737)

اس سند میں ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی مشہور ثقہ مدلس ہیں اور سند عن سے ہے : لہٰذا ضعیف ہے ۔

مسند ابی یعلیٰ (12/444۔445۔ ح 7013) اور المعجم الکبیر (23/323 ح 738) کی روایت کی سند درج ذیل ہے :

"((...عَنْ عیسی بن عبدالرحمن البجلی من بجیلة من سُلَیْمٍ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ البجلی قال : ((قالت لی اَم سلمة"

اس کے بارے میں حسن سلیم اسد نے لکھا ہے :

"رجالہ ثقات إلا أنہ - عندي - منقطع، ما علمت روایة لإسماعیل بن عبدالرحمن السدي عن اَبی عبداللہ الجدلی فیما اطلعت علیہ"

یعنی یہ سند شبہ انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے :

ان دونوں روایتوں میں سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالیاں دینے کی صراحت موجود نہیں :

7۔ العبر فی خبر من غبر للذہبی (1/35 وفیات 41 ح) والی روایت مکمل سند نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے ۔ نیز مذکورہ سند کا راوی مجالد بن سعید الہمدانی بھی عند الجمہور ضعیف ہے ۔

8۔ ابو الفداء (م 732ھ) کی بے سند تاریخ (المختصر فی اخبار البشر 1/183) کی روایت بھی بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے ۔

9۔ البدایہ والنہایہ (8/17) کی روایت بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے ۔

10۔ تاریخ دمشق لابن عساکر (13/264) کی سند میں مجالد بن سعید ضعیف راوی ہے :

(حافظ نور الدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : وضعفہ الجمہور" (مجمع الزوائد 9/416

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ شیعہ کی پیش کردہ روایات کا بڑا حصہ ضعیف بے سند و مردود ہے اور صحیح روایات سے وہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا جو وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں :

ہم پر یہ ضروری ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین سے محبت کریں اور ان کے بارے میں کسی قسم کی زبان درازی نہ کریں بلکہ احتیاط کریں ۔

(وما علینا الا البلاغ۔(11/شوال 1433ھ بمطابق 30/اگست 2012ء

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ علمیہ

جلد3۔اصول ، تخریج الروایات اور ان کا حکم-صفحہ196

محدث فتویٰ